خالد مسعود خان

مشکل الفاظ کے معانی

حالانکہ حالات بالکل ادھر جارہے ہیں جدھر ہم کہتے تھے مگر ہمیں اپنے اندازوں کی درستی پر فخر یا خوشی نہیں پریشانی ہے۔اور ہمیں ہی کیا ہر پاکستانی بلکہ ہر مسلمان کو ہر حتیٰ کہ شاید ان کو بھی ہو جو ہماری پریشانی کا مذاق اڑاتے تھے مگر یہ ممکن ہے کہ یہ میرا احسن ظن ہو۔جن کو پہلے کچھ نظر نہیں آیا شاید اب بھی کچھ نظر نہ آرہا ہو۔یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہی لوگ یہ سب کچھ دیکھنا اور سمجھنا ہی نہ چاہتے ہوں جواب روز روشن کی طرح عیاں ہوتا جارہا ہے۔

چند روز گزرے ہیں مصر میں شرعی عدالت نے چوبیس افراد کو ہم جنسی کے جرم میں مختلف نوعیت کی سزائیں سنائی ہیں۔ہم جنسی مصر کے سماج میں رسم ورواج میں،معاشرے میں،اخلاقیات میں حتیٰ کہ ماڈرن طبقے میں بھی کم از کم اخلاقی طور پر بری سمجھی جاتی ہے قانون اور مذہب کی تو بات ہی دوسری ہے وہاں تو یہ برائی قابل تعزیر جرم ہے۔نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی یہ گھناؤنی اخلاقی برائی ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھی گئی اور باقاعدہ ایسا جرم سمجھی گئی جس پر سزا کا اطلاق ہوتا تھا۔مگر پھر مادر پدر آزاد مغرب نے انسانی حقوق کے نام پر آزاد جنسی تعلقات (Free Sex) کا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر، پاپائے روم اور رومن کیتھولک کے ماننے والوں کے احتجاج کے باوجود ہم جنسی کو تقریباً قانونی تحفظ فراہم کردیا۔مغرب کے آزاد معاشرے کے نزدیک آزاد جنسی تعلقات پر کسی قسم کی روک ٹوک،قدغن یا پابندی عائد کرنا یا ان پر سزا دینا حتیٰ کہ انہیں معاشرے میں برا سمجھنے کو بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا۔

ہم کہتے تھے کہ امریکہ اور مغرب کے مطالبات بلا چون و چرا قبول کرتے جانا اس مسئلے کا حل نہیں جس سے ہمیں ڈرایا جارہا ہے تب دانشور اور مصلحت پسند طعنہ دیتے تھے کہ یہ ہمیں مروانا چاہتے ہیں۔ہمارا تب بھی موقف یہ تھا کہ آخر نظر یہ ضرورت اور حکمت کے تحت پسپائی اور ذلت کے درمیان کہیں تب کوئی حد آخر طے کرنی چاہیے کہ مسلسل رضا کارانہ پسپائی کا یہ عمل ہمیں مصلحت کے نام پر ذلت وخواری کی آخری منزلوں تک لے جائے گا مگر تب دنیا بھر کی خرابیوں کی بنیاد،بنیاد پرستوں کو سمجھنے والے عقلمند ہماری بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے کہ وہ امریکی احکامات کو دنیاوی نفع ونقصان کے ترازو میں رکھ کر ایسے خوشنما نتائج اخذ کررہے تھے کہ اس حماقت کی عینک کے پیچھے سے ان احکامات پر عمل کرنے کے بعد نظر آنے والا پاکستان ایک ترقی پسند،خوش حال اور مستحکم پاکستان تھا۔بھلا کسی کو سراب دیکھنے سے روکا جاسکتا ہے؟

یہ سب،کم نظر،کوتاہ بین،مصلحت پسند،ڈرپوک اور بزدل دانشوروں،پڑھے لکھوں لمبی عمر کی حسرت کرنے

والوں اور طویل حکمرانی کے شوق میں مبتلا حکمرانوں کی جانب سے مسلسل دہرایا جانیوالا آموختہ تھا جس کے بطن سے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نظریے نے جنم لیا۔ ہم اس مسلسل اور رضا کارانہ پسپائی کی کوئی حدِ آخر چاہتے تھے۔ ہمیں اپنی دانش کا نہیں، امریکی تکبر اور طاقت کے نشے کا اندازہ تھا۔ ہمیں علم تھا کہ سارا عالم کفر ایک ہے۔ اور وہ علم بھلا کیسے غلط ہوسکتا ہے جس کی بنیاد حدیث ہو استاد، استاد کامل ہو۔

چند روز قبل مصر میں ہم جنسی کے مرتکب چوبیس افراد کو شرعی عدالت نے سزا سنائی تھی۔ آج بی بی سی پر ایک خبر تھی کہ یورپی یونین کے صدر نے برسلز (بلجیئم) میں مصری سفیر کو طلب کر کے بڑے واضح لفظوں میں بغیر کسی سفارتی آداب یا لاگ لپٹ کے بتایا ہے کہ ''گیارہ ستمبر کے بعد دنیا کے حالات یکسر بدل گئے ہیں اور اب انسانی حقوق کا مسئلہ کوئی علاقائی مسئلہ نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے۔ ہم اس سلسلے میں اگر محسوس کرتے ہیں کہ کسی بھی جگہ پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی جارہی ہے اور وہ جگہ جہاں انسانی حقوق متاثر ہو رہے ہیں وہ ہمارے دائرہ کار میں آتی ہے اور ہم انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں کو روکنے کے لئے نہ صرف مداخلت کا حق رکھتے ہیں بلکہ اس بارے کے مداخلت کریں گے۔ ہم آزاد جنسی تعلقات (Free Sex) کو روکنے اس پر پابندی عائد کرنے اور آزاد جنسی تعلقات پر سزا دینے کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی تصور کریں گے۔ اگر حکومت نے اس دی جانے والی سزا جو انسانی حقوق کی پامالی کے زمرے میں آتی ہے کو فوری معاف کر کے ختم نہ کیا تو یورپی یونین (یہ یونین تقریباً چودہ ممالک بشمول برطانیہ پر مشتمل ہے) مصر سے تمام تجارتی اور سیاسی تعلقات ختم کر لے گی''۔

جواب میں مصر کے سفیر نے نہایت معذرت خواہانہ انداز میں کہا ہے کہ ''ہم تمام طے شدہ عالمی قوانین پر عمل کریں گے تاہم ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اخلاقی اور معاشرتی مسائل نہ چھیڑے جائیں''۔ مصری سفیر نے اس بارے میں صرف اخلاقی اور معاشرتی حوالے سے ہم جنسی کو مصر کا داخلی معاملہ قرار دیا ہے کہ گیارہ ستمبر کے بعد اسلام کے حوالے سے بات کرنا بھی شاید دہشت گردی سمجھا جارہا ہے۔

مصری سفیر کا لہجہ نہایت عاجزانہ، ملتجیانہ اور معذرت خواہانہ تھا مگر اس کے لئے بے چارے سرکاری ملازم سفارت کار کو کیا کہا جائے کہ اس نے یہ لہجہ عالم اسلام حکمرانوں سے ہی سیکھا ہوگا۔

اس سے قبل امریکی حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے بارے نظر ثانی کا کہہ چکی ہے اور حکمران اس معاملے میں امریکہ کو اپنے داخلی معاملات اور آئین بارے مداخلت کے سلسلے میں صاف طور پر کچھ کہنے کے بجائے ''ڈڑوٹ'' کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کا دن بھی کیا عجیب دن تھا کہ نیویارک میں واقع ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت کا ملبہ امریکی جہاں چاہتے ہیں گرا دیتے ہیں۔ ساری اسلامی دنیا امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف مہم میں ساتھ بھی دے رہی ہے اور نشانہ بھی بن رہی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف مہم کا ملبہ کبھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین پر

آ گرتا ہے اور امریکہ بہادر مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ جسے آئینی تحفظ حاصل ہے تبدیل کیا جائے۔ یورپی یونین کا صدر کہتا ہے کہ یورپی یونین مصری عدالت کی جانب سے ہم جنسی کے جرم میں سزا پانے والے چوبیس افراد کو فوری معافی دے کر رہا کیا جائے کہ آزاد جنسی تعلقات پر قدغن انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے اور اس مطالبے نما حکم کو تسلیم نہ کرنے کے نتیجے میں یورپی یونین مصر سے تمام تجارتی اور سیاسی تعلقات ختم کر لے گی۔ مصری سفیر مسلمان حکمرانوں کے نقش قدم پر ان کی تقلید کرتے ہوئے درخواستیں کر رہا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہماری ذلت کی آخری حد کہاں جا کر ختم ہو گی۔

آزاد جنسی تعلقات کو انسانی حقوق قرار دینے والوں کا مطالبہ صرف ہم جنسی پر دی جانے والی سزا پر ختم نہیں ہوگا مغرب کے انسانی حقوق کے تحفظ کا نظریہ برضا و رغبت حرام کاری پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

مجھے یقین ہے کہ کل کلاں امریکہ بہادر قرآن پاک سے جہاد بارے آیات نکالنے کا مطالبہ بھی کرے گا اور یورپی یونین کا صدر زنا، حرام کاری، بدفعلی اور ہم جنسی بارے قرآنی آیات اور ان پر تعزیرات کے بارے میں انسانی حقوق کی پامالی کا شور مچا کر پابندی کا مطالبہ کرے گا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ مجھے کم از کم اس بارے نہ تو کوئی فکر ہے اور نہ کوئی تحفظات۔ کہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ تو اس کے خالق نے خود لے رکھا ہے۔ اس بارے وہ خود جانے اور اس کا کام۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے کلام بارے ایسی سوچ رکھنے والا اپنے انجام تک خود پہنچے گا اور اس کا بندوبست وہ ذات باری خود کرے گی کہ اس کی قدرت کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے۔

مگر مجھے فکر تو صرف اس بات کی ہے کہ اگر یورپی یونین کے صدر کو یہ خیال آ گیا کہ پاکستان کی جیلوں میں ہم جنسی کے جرم میں چوبیس سے زیادہ افراد قید ہیں اور اگر امریکہ بہادر کو یہ پتہ چل گیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عدالتیں برضا و رغبت حرام کاری کرنے والوں کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۰۔ کے تحت سنا رہی ہیں تو کیا ہوگا؟

اگر کل کلاں امریکی صدر نے آدھی رات کو فون کر کے پوچھا کہ آپ بدفعلی سے متعلق تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۷، ہم جنسی بارے حدود آرڈیننس کی دفعہ ۱۲۔ اور زنا کے متعلق حدود آرڈیننس کی دفعہ ۱۰۔ کو ابھی اسی وقت ختم کرتے ہیں یا نہیں۔ کہ یہ سب کچھ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہیں اور دنیا گیارہ ستمبر کے بعد یکسر تبدیل ہو چکی ہے تو ہمارا جواب کیا ہوگا؟

میرے خیال پر تو مٹی ڈالیں اس سوال کا جواب بھی امریکی اقدامات، مطالبات اور احکامات پر عمل کرنے کی نصیحت کرنیوالوں سے ہی پوچھا جائے شاید وہ گذشتہ کچھ عرصے میں غیرت، عزت و آبرو، قومی آن اور مذہبی قیمت جیسے مشکل الفاظ کے کے معانی سے آگاہ ہو گئے ہوں۔